احوال غالب
پروفیسر مختار الدین احمد
انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی

۱۹۸۶ء
دوسرا ایڈیشن

تصویر مندرجۂ کلیات غالب ۲۱۹ - ۲۰۱

(۱۸۶۳ء)

for Fran with lots of ♡
from Satya
31.01.2010

مختارالدین احمد

nullumst iam dictum
quod non-dictum sit prius
(Terence, Eunuchus, 1st Century C.E.,
Prologue, line 41)
for nothing is said
that hasn't been said before...

مرزا غالبؔ کی تصویریں

مرزا غالبؔ کی تصویریں جو اب تک شائع ہوتی رہی ہیں ان میں معاصرانہ تصویریں بھی ہیں اور بعد کی بنائی ہوئی اور مصنوعی بھی۔ یہ بات حیرت ناک معلوم ہوگی لیکن واقعہ یہ ہے کہ چند تصویروں کے سوا بیشتر شائع شدہ تصویریں معاصرانہ نہیں اور نہ وہ مستند ہیں۔ اب تک راقم کو مرزا کی چار تصویروں کا پتہ چلا ہے جو معاصرانہ ہیں اور جن کی اصلیت مسلّم ہے۔

۱۔ تصویر مندرجۂ کلیاتِ غالبؔ

مرزا کے فارسی کلام کا مجموعہ ان کی زندگی میں دو بار شائع ہوا ایک سعیٔ انقلاب سن ستاون سے بارہ تیرہ سال پہلے "دیوان فارسی" کے نام سے نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تصحیح کے ساتھ مطبع دارالسلام دہلی میں چھپا تھا۔ یہ اشاعت بہت کم یاب ہے۔

اس اشاعت کے بعد مرزا نے اپنا کلیات مرتب کیا اور اس میں بعد کا کلام بھی داخل کر لیا۔ یہ مطبع نول کشور میں جون ۱۸۶۳ء سے پہلے چھپ چکا تھا۔ لیکن تصویر تیار نہ ہونے کی وجہ سے اس کی

۱؎ سال طباعت ۱۸۴۵ء؛ بہ روایت غلام رسول مہر" غالب: ۴۰۹ اشاعت سوم' مالک رام: (باقی اگلے صفحہ پر)

اشاعت روک دی گئی تھی، آخر ۳ جون ۱۸۶۳ء کے اودھ اخبار میں یہ اعلان شائع ہوا۔

"بہ وجہ عدم تیاری تصویر جناب مرزا صاحب موصوف کلیات بہ خدمت شائقان تقسیم ہونا ملتوی تھا اب تیار ہوگئی۔" اس اشاعت میں مرزا کے زائچۂ ولادت کے علاوہ یہ تصویر بھی (جو لیتھو پر چھاپی گئی تھا) موجود ہے۔ اس میں وہ درباری لباس میں پیچ دار پگڑی باندھے کھڑے ہیں۔ ہاتھ میں ایک تحریر ہے اور انداز مجموعی ایسا ہے جیسے وہ دربار میں اپنا قصیدہ سنا رہے ہوں۔ یہ کلیات مرزا کی زندگی میں شائع ہوا تھا اور وہ اس کی اشاعت کے ہر ہر مرحلے۔ کتابت، طباعت، تصحیح، جزوبندی وغیرہ سے ذاتی طور پر واقف رہے تھے۔ اس لیے اس تصویر کے مصنوعی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہت ممکن ہے یہ تصویر خود انھوں نے فراہم کی ہو۔ یا منشی نول کشور یا مطبع کے کسی ایسے آدمی کے پاس جس سے مرزا کے تعلقات ہوں، یہ تصویر پہلے سے موجود ہو۔

ان کے موجودہ خطوط میں اس تصویر کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ لیکن اگر مرزا کے وہ سارے خطوط مل جائیں جو انھوں نے منشی نول کشور اور مطبع والوں کے نام لکھے تھے تو اس میں اس تصویر کا ذکر ضرور مل جانا چاہیے۔ بہرکیف اس تصویر کے اصلی ہونے میں کلام نہیں۔ مرزا کی صحت پسندی کا یہ حال تھا کہ بعض مرتبہ ایک لفظ کے غلط ہو جانے پر وہ واویلا مچانے اور ہنگامہ بپا کرنے لگتے تھے۔ اور کتاب کے فرمے تک بدلوانے کو تیار ہو جاتے تھے۔ تصویر اگر ان کی نہ ہوتی یا ذرا بھی ان کی شکل و صورت سے مختلف ہوتی تو وہ تصویر مطبوعہ کے سارے اوراق ضائع کرا دینے میں کبھی پس و پیش نہ کرتے۔

یہ تصویر مرزا کی وفات سے ۶ سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ یہ معلوم نہیں کب بنوائی گئی تھی۔ لیکن اس کا زمانہ ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ سمجھنا چاہیے۔

یہ تصویر سب سے پہلی مرتبہ کلیات غالب (نول کشور ۱۸۶۳ء) میں شائع ہوئی۔ وہیں سے مکاتیب غالب" (مرتبہ امتیاز علی عرشی صاحب) کی اشاعت اول (۱۹۳۷ء) "علی گڑھ میگزین" غالب نمبر ۱۹۴۹ء اور رسالہ "آج کل" بابت فروری ۱۹۵۲ء میں شائع کی گئی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ذکر غالب: ۹۲ اشاعت اول (۱۸۴۲ء) بقول جناب امتیاز علی عرشی، علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۱۲ ۔ راقم کا نسخہ دیوان فارسی ناقص ہے، اس لیے اس وقت سال طباعت کی تعیین سے قاصر ہے۔

تصویر قلعۂ معلی

(قبل از ۱۸۶۶ء)

۲. تصویر قلعۂ معلّٰی

مرزا نے اپنی ایک تصویر بہادر شاہ کو نذر کی تھی۔ اس کا ذکر ان کے خطوں میں ملتا ہے۔ سیّاح نے مرزا سے ان کی تصویر مانگی تھی۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: "صاحب اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھچا کھچا پھروں۔ ۔ ۔ دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھنچی ہوئی ہے، اگر ہاتھ آجائے گی تو ورد برق بھیجدوں گا۔"[1] سیّاح بہت دنوں تک تصویر کا مطالبہ کرتے رہے اور کم از کم ۲۵ اگست ۶۲ء تک سیاح کو تصویر نہیں ملی تھی گو قرائن موئید ہیں کہ ۷ اگست ۱۹۶۸ء تک انھیں مرزا کی تصویر مل چکی ہوگی۔ غالب نے میر ابراہیم علی خاں کو اپنی تصویر سیّاح ہی کی معرفت بھیجی تھی اس کا امکان بہت کم ہے کہ انھیں تو نہ بھیجی ہو اور ان کی وساطت سے میر ابراہیم علی خاں کو بھیجی ہو۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انھیں کون سی تصویر بھیجی تھی قلعہ والی تصویر تو نہیں رہی۔

بہادر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور ختم ہو جانے کے بعد قلعے میں انگریزوں نے اپنی بساطِ سیاست بچھائی اور ان کے عہد میں قلعے کے ایک حصّے کو عجائب خانہ بنایا گیا جس میں بہادر شاہ کے ملبوسات، اسلحہ، ذخیرۂ کتب اور دوسرے نوادر کے ساتھ ساتھ مرزا غالب کی تصویر بھی محفوظ کر دی گئی، یہ آج بھی عجائب خانہ کی زینت ہے، اور بقول شیخ محمد اکرام "مرزا کی کسی تصویر سے ان کی رئیسانہ تمکنت، عقابی تیز نگہی اور بشرے کی ذہانت اس طرح نمایاں نہیں ہوتی جس طرح اس تصویر سے۔"[2]

یہ تصویر سب سے پہلی مرتبہ مولوی عبدالحق صاحب نے اشتیاق علی صاحب سپرنٹنڈنٹ عجائب خانہ کی اجازت سے رسالہ "اردو" بابت اپریل ۱۹۲۹ء میں شائع کی۔ پھر شیخ محمد اکرام نے غالب نامہ کی اشاعت ۳۶ء میں چھاپی۔ اب بھی آثار غالب میں شریک اشاعت ہے اور انھیں کی توجہ سے وقار عظیم صاحب نے فروری ۴۹ء کے "ماہ نو" میں اس کا مکبّر شائع کیا تھا۔ یہ تصویر ۱۸۶۶ء سے پہلے کی ہے۔ تصویر کے نیچے درج ہے "شبیہہ حضرت غالب دہلوی"۔

---

[1] اردوئے معلّٰی، مطبع شیخ مبارک علی لاہور ۱۹۳۰ء: ۱۴

[2] آثار غالب: ۸

(4)

۲۔ تصویر کتب خانہ حبیب گنج

یہ تصویر مرزا کے آخری زمانے کی ہے جو کسی فن کار نے ۱۲۸۳ھ میں مختلف رنگوں سے بنائی ہے۔ یہ تصویر نمبر ۲ سے بہت مشابہ ہے، خود مرزا کی نشست، حقّے کی نے، اور دوسری چیزوں کا انداز بہت ملتا جلتا ہے۔ تصویر کی پشت پر دو اندراجات ہیں، ایک قدیم دوسرا جدید۔ قدیم عبارت یہ ہے: "شبیہ دلپذیر مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی عرف مرزا نوشہ"۔ جدید اندراج نواب صدر یار جنگ کا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر دہلی میں پچیس روپے میں خریدی گئی تھی۔

اسے پہلی مرتبہ مالک رام صاحب نے "ذکر غالب" اور "سبد چین" (۱۹۲۸ء) میں اور رسا ہمدانی مرحوم نے "نادر خطوط غالب" لکھنؤ ۱۹۲۹ء میں شائع کیا۔ یہی تصویر مولوی عبید الرحمٰن خاں صاحب شیروانی کی عنایت سے راقم نے علی گڑھ میگزین کے "غالب نمبر" (۴۹ء) اور "آج کل" (۵۲ء) میں شائع کی ہے۔ "نادر خطوط غالب" میں پوری تصویر کا عکس ہے۔ جس میں پیشانی پر ان کا شعر "غالب نام آورم الخ" بھی مندرج ہے۔ علی گڑھ میگزین میں حاشیے کے بیل بوٹے اور مندرجہ بالا شعر محذوف ہے۔ "ذکر غالب" اور "سبد چین" میں اور زیادہ اختصار اور کفایت شعاری کو راہ دی گئی ہے۔ صرف مرزا کی تصویر ہے، تصویر کے عقبی زمین اور آس پاس کا ماحول حذف کر دیا گیا ہے۔

ان تینوں تصویروں کے مستند اور معاصرانہ ہونے کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ تینوں کے خدوخال ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ خصوصاً آخری دو تصویروں میں تو بے حد مماثلت ہے۔ اصل تصویر میں بھی بہت حد تک اور ارد گرد کی فضا اور ماحول میں بھی۔

۴۔ تصویر نسخۂ حمیدیہ

دیوانِ غالب نسخۂ حمیدیہ طبع اول میں بھی مرزا غالب کی ایک قلمی تصویر ہے۔ فنی طور پر تو اس تصویر کا کوئی درجہ نہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ مصور نے اس پر بہت کم محنت کی ہے، لیکن تصویر کے اصلی اور معاصرانہ ہونے میں شبہ نہیں، لباس اور چہرے کے خدوخال میں ان تین تصویروں سے بڑی مشابہت ہے جن کا ابھی ذکر کیا گیا ہے، کس زمانے میں یہ تصویر بنائی گئی معلوم نہیں، اور نہ یہ

تصویر مندرجهٔ نسخهٔ حمیدیه

چلا کہ یہ تصویر کہاں سے حاصل ہوئی

۵. غالب کی ایک قلمی تصویر مخزونہ مولوی عبدالحق صاحب کے پاس بھی ہے جوان تصویروں سے بہت مشابہ ہے۔

مرزا کی ایک تصویر کتب خانہ شرقیہ بانکی پور میں بھی ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ کلیات غالب (طبع اول) کی مطبوعہ تصویر (تصویر نمبر ۱) پر کسی نے چابکدستی سے ایسی خوب صورت رنگ آمیزی کی ہے کہ قلمی تصویر کا دھوکا ہوتا ہے۔ یہ تصویر جناب عندلیب شادانی صاحب کے مملوکہ قلمی دیوان غالب میں تھی جس سے پروفیسر محمد محفوظ الحق مرحوم نے مانگ لیا تھا، اور اب انھیں کے ذخیرۂ کتب کے ساتھ کتب خانہ شرقیہ بانکی پور میں موجود ہے۔

۶. فوٹو

عکسی تصویر کا ذکر غالب کے یہاں ملتا ہے۔ سیاح کو ۵ ستمبر ۱۸۶۲ء کو لکھتے ہیں: "گوشہ نشین آدمی، عکس کی تصویر اتارنے والے کو کہاں ڈھونڈوں"؟ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں انھوں نے نہیں تو ان کے احباب نے ایک عکس اتارنے والے کو ڈھونڈ نکالا۔

"اکمل الاخبار" جس کے ایڈیٹر مرزا کے شاگرد بہاری لال مشتاق دہلوی اور مالک و سرپرست حکیم محمود خاں تھے، کی اشاعت ۲۸ مئی ۱۸۶۸ء میں مرزا کی ایک تصویر کا اشتہار ہے جس سے مرزا کی اس عکسی تصویر پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ اشتہار یہ ہے[1]

"تشبیہ مبارک جناب معلی الالقاب نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب مدظلہ العالی۔

ناظرین والا تمکین اور نیز شاگردان ارادت آئین حضرت ممدوح الصدر کو مژدہ ہو کہ دریں ولا حضرت ممدوح کی تصویریں فوٹوگراف کی ترکیب سے ایک شخص نے تیار کروادی ہیں۔ پس جس صاحب کو تشبیہ مبارک لینی منظور ہو وہ دو روپیہ کے ٹکٹ بلف عنایت نامہ، پتہ لالہ بہاری لال کے نام اکمل المطابع دہلی میں بھیج دیں۔ بہ چینہ بیرنگ ان کی خدمت میں مرسل ہوگی۔"

یہ غالباً مرزا کی پہلی تصویر ہے جو مصور کے موقلم کی مرہون منت نہیں بلکہ کیمرے کے ذریعے سے

---

[1] اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار از پنڈت کیفی رسالۂ اردو

6

تصویر کتب خانۂ حبیب گنج

(۱۲۸۳ھ)

لی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس اشتہار کی تاریخ ۲۸ مئی ۱۸۶۸ء ہے، گویا مرزا کے انتقال سے ۸ ۹ ماہ پہلے۔ یہ زمانہ مرزا کی علالت اور انتہائی ضعف کا تھا۔ اس کے بعد مرزا اس قابل رہے ہوں کہ الملیان سے فوٹو کھچوا سکیں، قرین قیاس نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ یہ مرزا کی آخری تصویر ہو۔ جس مصوّر نے مرزا کی تصویر کھینچی تھی اس کا نام رحمت علی فوٹو گرافر تھا۔ اور مرزا فرحت اللہ بیگ کے ایک بزرگ مرزا عبدالصمد بیگ کی توجہ سے یہ تصویر بنی تھی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ لکھتے ہیں: "ہمارے خاندان میں دو بڑے شاعر گزرے ہیں، ایک غالبؔ دوسرے مومنؔ، خدا کی قدرت ہے کہ ہمارے ہی ذریعہ سے دونوں کی تصویریں پبلک میں آئیں۔ میرے عم بزرگوار مرزا عبدالصمد بیگ مرحوم نے غالبؔ کی تصویر ان کے انتقال سے چند ہی روز پہلے رحمت علی فوٹو گرافر سے کھچوائی تھی، یہی وہ تصویر ہے جس کو لوگ اب آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ میرے پاس اس کی اصل پلیٹ تھی لیکن رفتہ رفتہ مسالا (HYPOO)، اس کو کھا گیا اور زرد ہوتے ہوتے بیکار ہو گئی۔"[۱]

مرزا کی یہ تصویر عام طور پر مروّج ہے اور ان کی عام تصویروں میں یہی ایک تصویر ہے جسے استناد کا درجہ حاصل ہے۔ مولانا ابوالکلام کا بیان ہے کہ "میری نظر سے جو تین تصویریں غالب کی گزری ہیں ان میں غدر کے بعد کی ایک عکسی تصویر بھی ہے جس میں وہ کرسی پر بیٹھے ہیں، یہ فوٹو جو مرض موت میں لیا گیا تھا، ایک آدمی نے سہارا دے کر اٹھا دیا ہے اسی حالت میں یہ تصویر لی گئی ہے۔"

مرزا کا یہ اصلی فوٹو کتب خانہ، حبیب گنج میں موجود ہے اس کی قدامت دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ اکمل الاخبار میں جس فوٹو کا اشتہار ہے یہ وہی ہے۔ اس تصویر اور مروجہ تصویروں میں یہ پتا نہیں چلتا کہ مرزا کھڑے ہیں یا بیٹھے ہیں۔ یا نشست کا انداز کیا ہے، یہ تصویر جو پہلی مرتبہ پیش کی جا رہی ہے اس میں صاف نمایاں ہے کہ وہ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ دونوں ہاتھ بھی نمایاں ہیں انگرکھے کا دامن بھی صاف دکھائی دیتا ہے گو تصویر کچھ ایسی دھندلی آئی ہے کہ دامن وغیرہ کچھ صاف نہیں ہے اسی لیے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے لوگوں نے یہ حصہ اڑا دیا اور یوں وہ تصویر رواج پا گئی جو آج کل عام طور پر رسالوں اور کتابوں میں ملتی ہے۔

---

[۱] "مومن کی تصویر کے متعلق ایک نوٹ" از مرزا فرحت اللہ بیگ۔ رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۲۶ء

یہی فوٹو مرزا نے حضرت صاحب عالم مارہروی کو بھیجا ہے۔ یہ عکسی تصویر اور لفافہ کا کاغذ جس میں انھوں نے پیکٹ بنا کر اس تصویر کو لپیٹ کر بھیجا ہے دونوں چیزیں محمد موسیٰ صاحب زیدی باغ پختہ، قصبہ مارہرہ کی عنایت سے آمادہ کی لائبریری میں محفوظ ہیں لفافہ پر پتا خود غالب کے قلم کا لکھا ہوا ہے:

مارہرہ حضرت صاحب عالم مدظلہ العالی از غالب ہ

یہ لفافہ کیا ہے گندے رنگ کے دیسی اور چوکور کاغذ کو غالب نے اپنی تصویر کے اردگرد پیکٹ بنا کر لپیٹ دیا ہے۔ اس پر ایک ایک آنہ کے دو ٹکٹ لگے ہوئے ہیں۔ غالباً رجسٹری سے بھیجا ہوگا۔ گو لفافہ پر اس کا کوئی اندراج نہیں نہ غالب کی طرف سے اور نہ ڈاک گھر والوں کی طرف سے۔ دہلی کی مہر زیادہ واضح نہیں صرف تاریخ ۲۷ اور سال سنہ ۱۸۶۸ پڑھا جاتا ہے، مہینے کا پتا نہیں چلتا۔ ورنہ غالب نے یہ تصویر کس تاریخ کو روانہ کی اس کی تعیین ہو جاتی۔ دہلی سے یہ لفافہ علی گڑھ پہنچا اور یہاں کی مہر موجود ہے لیکن آج کل کے املا کے خلاف (TLLYGARH) لکھا ہے، تاریخ بالکل پڑھی نہیں جاتی۔ ممکن ہے ۲۸ ہو، مارہرہ میں ڈاک خانہ اس وقت نہ ہوگا اس لیے وہاں کی مہر نہیں، آخری مہر ایٹہ کی ہے، تاریخ اور ماہ کے نقوش یہاں بھی منہدم ہیں، سال سنہ ۱۸۶۸ صاف پڑھا جاتا ہے، دہلی اور علی گڑھ کی مہریں سیاہ ہیں اور ایٹہ کی سرخ۔ لفافہ پر سیاہ قلم سے ایک اندراج ۲۹ مئی کا ہے بہ خوبی ممکن ہے کہ اس تصویر کی مارہرہ پہنچنے کی تاریخ یہی ہو۔ دہلی کی مہر سے کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے 27 MAY منقوش ہو۔ اس بات کو بھی سامنے رکھتے ہوئے کہ اس فوٹو گراف کا جو اشتہار اکمل المطابع میں شائع ہوا تھا اس کی تاریخ اشاعت ۲۸ مئی سنہ ۱۸۶۸ ہے، ہمارا یہ قیاس بے جا نہیں کہ غالبؔ نے اپنی تصویر ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۸ء کو دہلی سے مارہرہ بھیجی ہوگی۔

عکسی تصویر کی ایک کاپی مرزا نے اپنے دوست لالہ پیارے لال کی بھی نذر کی تھی، یہ تصویر لالہ سری رام کی وساطت سے سر عبدالقادر کو ملی اور انھوں نے اُس دیوانِ اردو کے ساتھ شائع کی تھی جو ان کی تقدیم سے لاہور سے سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا تھا[1]۔ وہ اس تصویر کے متعلق رقم طراز ہیں:

"اس دیوان کو ایک ایسی چیز دستیاب ہوئی ہے جو پہلے کسی نسخے کو میسر نہیں، یعنی مرزا غالب مرحوم

---

[1] راقم کی نظر سے یہ اڈیشن نہیں گزرا، یہ معلومات راقم کے نام جناب عرشی کے ایک مکتوب سے ماخوذ ہیں۔

غالب کی ایک قدیم عکسی تصویر

عمل: رحمت علی فوٹو گرافر (۱۸۶۸ء)

(۹)

مغفور کی ایک صحیح اور مستند عکسی تصویر زیب ورقِ اوّل ہے۔ اس تصویر کے لیے میں اپنے ذی علم دوست لالہ سری رام ایم۔ اے، دہلوی، مؤلف خم خانۂ جاوید کا ممنون ہوں۔ ان کے عم بزرگوار رائے بہادر پیارے لال صاحب سرگیاش، انسپکٹر مدارس، مرزا غالب مرحوم کے عزیز ترین دوست اور مداحوں میں تھے، یہ عکسی تصویر رائے صاحب ممدوح کو مرزا صاحب مرحوم نے دی تھی۔ اور رائے صاحب سے بطور ایک قابلِ قدر یادگار کے لالہ سری رام صاحب کے پاس آپہنچی تھی، اس تصویر سے ہاف ٹون تصویریں اس نسخے کے لیے تیار کی گئی ہیں۔"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سر عبدالقادر مرحوم نے یہ تصویر شائع کی تھی۔ یہی تصویر بعد کو دیوانِ غالب (نظامی ایڈیشن)، نکاتِ غالب مرتبہ نظامی بدایونی، تاریخ ادب اردو مترجمہ مرزا عسکری (حصۂ نظم) میں شائع ہوئی ہے۔

مرزا کی یہ عکسی تصویر محسن علی خاں صاحب عرف ننھے آغا صاحب نے اپنے رسالہ "معیار" لکھنؤ بابت جنوری ۱۹۱۰ء میں بھی شائع کی تھی، راقم نے "معیار" کا شمارہ جنوری نہیں دیکھا لیکن اسی سال کے متعدد شماروں کے سرِورق پر غالب کی تصویریں چھپی دیکھی ہیں۔ ننھے آغا میرؔ و غالبؔ کے بڑے مداحوں میں تھے اور اپنے کو مقلدِ میرؔ و غالبؔ کہتے تھے۔ اور لکھتے اور چھاپتے تھے۔ اپنے رسالہ کے سرورق پر غالب کی تصویر اسی تعلق اور عقیدت کی بنا پر شائع کرتے ہوں گے جو انھیں مرزا سے تھی۔

ننھے آغا کو یہ تصویر سید بہادر حسین انجم نیشاپوری سے ملی تھی اور انھیں خواجہ قمرالدین خاں راقم نے جے پور سے بھجوائی تھی۔ خواجہ قمرالدین جے پور سے ۲۲ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لکھتے ہیں: "آپ نے تصویریں طلب کی ہیں، چنانچہ مومنؔ کی تصویر موجود نہیں، بھیجتا ہوں، یہ تصویر عہدِ شباب کی ہے اور میرے والد بدرالدین خاں عرف خواجہ امان نے بنائی تھی۔ دوسری شبیہ غالب ابھی حیدرآباد سے نہیں آئی مکرر تقاضا کیا ہے جس وقت آجائے گی وہ بھی حاضر ہوگی۔ غالبؔ مغفور کی عمر وقتِ انتقال کچھ کم نوے برس کی تھی[۲] چنانچہ ان کی تصویر سے جو نیاز مند نے ان کی آخر عمر میں کھچوائی تھی بہ خوبی ثابت ہو جائے گا۔۔۔ تصویرِ غالب

۱۔ دیوانِ غالب طبع لاہور ۱۹۱۹ء، دیباچہ: ۳

۲۔ یہ صریحاً غلط ہے۔

انشاء اللہ ضرور بھیجوں گا۔ نسلہ

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عبدالصمد بیگ کے علاوہ خواجہ قمرالدین نے بھی مرزا کی آخری عمر میں ایک تصویر کھچوائی تھی۔ خواجہ قمرالدین نے ۱۹۰۴ء تک تو مرزا کی تصویر انجم کو نہیں بھیجی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے بعد کو بھیج دی اور یہی تصویر ۱۹۱۰ء کے 'معیار' میں شائع ہوئی۔

ایک اور فوٹو

مرزا کی ایک اور عکسی تصویر بہت رائج ہے۔ اس تصویر کا زاویہ پہلے سے کچھ مختلف ہے، ٹوپی میں بھی کچھ فرق ہے، عبا بہت قیمتی اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب اور ان کے بعض دوستوں نے غالب کا اصلی فوٹو اور حالی وغیرہ نے جوان کا حلیہ اور لباس کا حال لکھا ہے ان سبھوں کو پیش نظر رکھ کر دہلی کے بعض آرٹسٹوں سے یہ تصویر تیار کرائی ہے اور پھر بعد میں جرمنی کے بعض فنکاروں نے بھی اس میں رنگ آمیزی کی ہے۔ یہ تصویر پہلی مرتبہ برلن سے شائع ہوئی۔ یہ فوٹو دراصل پہلے فوٹو کی بگڑی ہوئی یا اچھی کی ہوئی شکل ہے جس پر مصوّروں نے اس قدر قلم کاری اور رنگ آمیزی کی ہے کہ تصویر اصلیت سے کچھ ہٹ گئی ہے۔ یہ تصویر معمولی ترمیموں کے ساتھ متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ دیکھیے دیوان غالب طبع برلن، 'غالب' از جناب غلام رسول مہر، اشاعتِ اول، روحِ غالب از سیّد محی الدین قادری زور ۱۹۳۹ء، شرح کلام غالب از سر خوش، لاہور، اور علی گڑھ میگزین بابت ۱۹۴۸ء مرتبہ راقم، دیوان غالب آزاد کتاب گھر دہلی ۱۹۵۲ء جس میں قاضی معز الدین احمد نے اس تصویر کا نہایت خوب صورت عکس شائع کیا ہے۔

تصویر یادگارِ غالب

یادگارِ غالب کی اشاعت اوّل میں ایک تصویر مرزا غالب کی شائع کی گئی ہے۔ تصویر میں عجتی

ل مرقع ادب از صفدر مرزاپوری: ۹، مکتوب خواجہ قمرالدین بہ نام انجم نیشاپوری، "تذکرۂ منیم"، سے معلوم ہوتا ہے کہ انجم شاعر ہونے کے علاوہ مصوّر بھی تھے۔ تصویر عکس کشی میں مہارت کامل حاصل ہے، ص ۳۲

تصویر یادگار غالب

زمین اور آس پاس کی فضا کلیات غالب والی تصویر سے ملتی جلتی ہے، لیکن اصل تصویر بہت بدلی ہوئی اور مسخ شدہ حالت میں ہے، یہ تصویر دراصل مرزا کی دو تین تصویریں سامنے رکھ کر بنائی گئی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد تحریر فرماتے ہیں[۷]: "ایک فوٹو ذواور تصویروں کے ساتھ خواجہ حالی مرحوم نے منشی رحمت اللہ رعد کے پاس اس غرض سے بھیج دیے تھے کہ ان میں سے جو تصویر بہترین ہو اس کی نقل "یادگار غالب" کے لیے تیار کرلی جائے۔" منشی صاحب نے خود مولانا ابوالکلام آزاد سے بیان کیا کہ "میں نے بنیادی طور پر یہی آخری فوٹو سامنے رکھا لیکن تخیل کا رخ اس طرف رہا کہ اس عالم سے چند برس پہلے تاک نقشا کیا رہا ہوگا۔ اس طرح ایک نیا چوکھا موقلم سے تیار کیا گیا۔"

تصویر کلیاتِ غالب

کلیات نظم، مطبوعہ جنوری ۱۸۷۲ء میں بھی مرزا کی ایک تصویر صفحہ ۲۶۹ کے مقابل شائع کی گئی ہے، یہ کلیات طبع ۱۸۶۳ء کا گویا چربہ ہے۔ بہت معمولی اختلافات اور تبدیلیوں کے ساتھ، داڑھی کا خط زیادہ صاف، آنکھ ناک اور بھوؤں کی لکیریں واضح، پھر آنکھیں زیادہ کھلی ہوئی ہیں، کپڑوں کی شکنیں زیادہ ہیں، غالب کے شعر "غالب نام آورم" کا خط بھی بدلا ہوا ہے اور دونوں مصرعوں کے درمیان دو لکیریں ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اس تصویر پر مصور کا نام بھی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر "قائم علی" کی بنائی ہوئی ہے۔

جعلی تصویریں

ابھی جن تصویروں کا ذکر ہوا ان کی یہ خصوصیت تھی کہ تصویریں بنیادی طور پر تو اصلی ہیں لیکن بعد کے مصوروں کے موقلم نے انھیں اصلیت سے ہٹا دیا ہے۔ اب ایسی دو تصویروں کا ذکر آئے گا جو سراسر فرضی ہیں۔

(۱) شرح کلام غالب مصنفہ عبدالباری آسی مرحوم اور نگار غالب نمبر میں مرزا کی جوانی کی جو تصویر

---

۷ غالب از جناب غلام رسول مہر صفحہ ب (اشاعت اول)

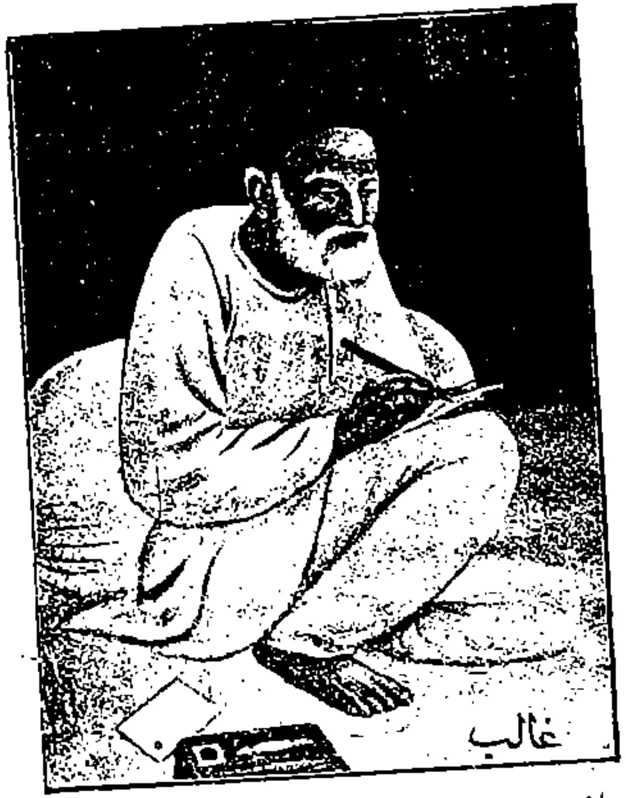

عمل: حکیم احمد لکھلوی

(13)

تصویر مندرجۂ شرح کلام غالب از آسی مرحوم

شائع کی گئی ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور قطعاً فرضی ہے۔

(۷) اسی طرح وہ تصویر جس میں گاؤ تکیہ کے سہارے گھریلو لباس میں بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں کسی حال کے فن کار کے بحرِ تخیل کی ایک موج ہے اور بس۔ اس کا پروفیسر مسعود حسن رضوی صاحب سے ذکر آیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ تصویر مرزا عسکری مرحوم نے حکیم احمد لکھنوی سے بنوائی تھی، موصوف نے مرحوم کو اس سے روکنا چاہا کہ ایسی فرضی تصویریں بنوانی اور شائع کرنی کچھ موزوں نہیں ہے۔

یہ تصویر تاریخ ادب اردو مترجمہ مرزا عسکری (حصہ نثر)، آجکل بابت ۱۵ اگست ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی ہے اور اس کی ایک نہایت بھونڈی نقل جس سے تصویر بالکل مسخ ہو گئی ہے، ماہ نو، فروری ۵۰ء میں شائع کی گئی ہے۔

(۲)

خود مرزا نے کن کن لوگوں کو اپنی تصویریں بھیجی تھیں ذیل کی سطروں میں اس سوال کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نواب کلب علی خاں

۷ مئی ۶۸ء کے عریضے میں لکھتے ہیں "شوقِ قدمبوسی نے تنگ کیا۔ جب دیکھا کسی طرح جا نہیں سکتا۔ ناچار اپنا نقشہ اتروایا، اور خدمتِ عالی میں روانہ کیا۔ جب تک کہ میں جیتا ہوں تب تک اس صورت میں حاضر رہوں گا۔"

لیکن ۱۵ جون تک انھیں اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ تصویر نواب صاحب کو ملی یا نہیں۔ اسی تاریخ کو ایک خط میں لکھتے ہیں "پیر و مرشد! سابق کے عریضے کے ساتھ میں نے اپنی تصویر حضور میں بھیجی ہے اس کی رسید اس نوازش نامے میں مرقوم نہ تھی۔ مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ لفافہ

---

۱ عمل: حکیم

۲ عمل: شیوہ رسالہ آجکل کے آرٹسٹ

۳ مکاتیبِ غالب: ۸۰ (اشاعت ششم ۱۹۴۹ء)

ڈاک میں تلف نہ ہوگیا ہو۔ اگر اس کی رسید سے شرف اطلاع پاؤں تو دل جمعی ہو جائے[۱]"۔

مرزا کے پہلے خط کے لفافے پر منشی سیل چند میر منشی کا حسب ذیل نوٹ ہے: "تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد۔ ۲ جون ۱۸۶۹ء"۔ خود نواب صاحب نے مرزا کے دوسرے خط کا جواب ۲ جولائی کو دیا اور لکھا: "شبیہ آں مشفق وصول شادمانی آوردہ از فرط محبتہا مسرور شدہ[۲]"۔

ظاہراً یہ تصویر ضائع ہوگئی ورنہ "مکاتیب غالب" کے فاضل مرتب اس کے وجود کا ضرور ذکر کرتے اور پھر یہ کہ اپنی کتاب کی پہلی اشاعت میں کلیاتِ غالب کی تصویر کا چربہ نہ چھاپتے۔

شیو نرائن آرام

۱۰ جنوری ۱۸۶۳ء کو انھیں ایک خط میں لکھتے ہیں: "اس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے؟ رامپور سے وہ دیوان صرف تمہارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلّی میں تصویر بہ ہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں، وہ تمہارا مال ہے چاہو اپنے پاس رکھو چاہے کسی کو دے ڈالو۔ تم نے دستنبو کی جدول اور جلد بنوا کے ہم کو سوغات بھیجی ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا[۳]"۔

شہزادہ بشیر الدین

انھیں مرزا نے ۱۶ جون ۱۸۶۸ء سے پہلے اپنی ایک تصویر بھیجی تھی جو ان تک نہ پہنچ سکی۔ مرزا بہت پریشان ہوئے۔ لکھتے ہیں: "خط پڑھ کر وہ حال طاری ہوا کہ اگر ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کر اس غم کی تاب لاتا کہ اپنے کو کھچوا کر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا، لفافہ انگریزی، اقبال نشان شہاب الدین احمد خاں سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اس زمان میں اس لفافے کی رسید نہ پائی۔ ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے روح

---

۱ مکاتیب غالب: ۸۱
۲ مکاتیب غالب حواشی: ۱۸۷
۳ اردوئے معلّٰی: ۲۸۵

کے ٹکڑے اڑا دیے۔ بے تاب ہو کر یہ عبارت حضرت کو بھیجی[۱]"۔

کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ تصویر دیر ہی میں سہی آخر انھیں ملی یا نہیں؟

سیّد عالم علی خاں

سیّد عالم علی خاں اور سید احمد حسن مودودی کو ایک مشترکہ خط میں، ۱ جولائی ۱۸۶۸ء کو لکھتے ہیں: "بارے بہ صورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا۔ اگرچہ اس صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجالانا نہیں ہو سکتی۔ مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر رہوں گا[۲]"۔

سیّد احمد حسن مودودی

انھوں نے مرزا کو اپنی ایک تصویر بھیجی تھی۔ مرزا نے بھی اپنی ایک تصویر سیّاح کی معرفت انھیں بھیج دی۔ ۱۷ اگست ۱۸۶۸ء کو ایک خط میں انھیں لکھتے ہیں: "امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا خاکہ یعنی تصویر منشی میاں داد خاں سیّاح کی معرفت نذر کی ہے۔ یقین ہے وہ پہنچی ہوگی[۳]"۔

سید عالم علی خاں کے خط میں جس تصویر کا ذکر ہے وہ ظاہراً اس تصویر سے مختلف ہے جس کے متعلق غالب احمد حسن مودودی کو لکھ رہے ہیں۔ دونوں کو جداگانہ تصویریں بھیجی ہوں گی۔ مقدم الذکر کو تصویر ۱ جولائی سے پہلے مل چکی تھی۔ جب کہ اس کے ایک ماہ بعد ۱۷ اگست تک غالب کو علم نہ تھا کہ جو تصویر انھوں نے مودودی کو بھیجی ہے وہ انھیں ملی یا نہیں۔

سیّد شاہ صاحب عالم مارہروی

مارہرہ کے چودھری عبدالغفور سرور، حضرت صاحبِ عالم، شاہ عالم اور مقبول عالم سے غالب

---

۱ خطوط غالب: ۴۰۵
۲ اردوئے معلّٰی: ۱۸۴
۳ اردوئے معلّٰی: ۱۸۸

کے کیا تعلقات تھے اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، چودھری صاحب اور حضرت صاحب عالم کے نام جو خطوط مرزا نے لکھے ہیں وہ تعداد میں اس قدر ہیں کہ اس پر عودِ ہندی کی ایک پوری فصل تیار ہوگئی ہے۔ صاحب عالم اور مرزا دونوں زندگی بھر ایک دوسرے سے ملاقات کی تمنا کرتے رہے لیکن کم از کم حضرت صاحب عالم نے مرزا کو نہیں، تو ان کی تصویر دیکھ کر اپنی حسرت ضرور پوری کر لی تھی۔

اٹاوہ کی ایک لائبریری میں ابھی حال میں کچھ کتابیں اور نوادر مارہرہ سے آئے ہیں ان میں مرزا غالبؔ کی ایک عکسی تحریر اور اس کا لفافہ بھی ہے جو انھوں نے حضرت صاحب عالم کو بھیجا تھا۔ اس کا عکس ہدیۂ ناظرین ہے جس کے لیے ہم امتیاز الدین احمد زبیری کے ممنون ہیں۔

رائے بہادر پیارے لالؔ

مرزا نے اپنی عکسی تصویر اپنے دوست لالہ پیارے لال انسپکٹر مدارس کو بھی دی تھی، اس تصویر کے نیچے خود غالبؔ کے قلم سے ان کا یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

غالبؔ نام آورم نام و نشانم مپرس ہم اسد اللّٰہم و ہم اسد اللّٰہیم

یہ تصویر پیارے لال کے عزیز لالہ سری رام کے پاس تھی اور انھوں نے اشاعت کے لیے سر عبدالقادر کو دی تھی جنھوں نے دیوان اردو کی اشاعت ۱۹۱۹ء میں اسے شائع کیا۔

میاں دادخاں سیّاح

سیّاح غالبؔ کے بڑے معتقدوں میں تھے اور ان کے نام متعدد خطوط غالبؔ نے سپردِ قلم کیے ہیں۔ میر غلام بابا، میر ابراہیم علی خاں، سید احمد حسن مودودی، سید عالم علی خاں سے غالبؔ کے تعلقات کی استواری میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ ان کے نام کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلسل کئی سال تک غالبؔ سے ان کی تصویر مانگتے رہے۔ مرزا بھی تصویر بھیجنے پر مستعد نظر آئے۔ لیکن کم از کم ۲۵ اگست ۱۸۶۷ء تک انھوں نے سیّاح کو تصویر نہیں بھیجی تھی۔ لیکن سیّاح کے اس اصرار کے باوجود انھوں نے تصویر بھیجی ہو، قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسی شکل میں کہ

ان کی معرفت ایک تصویر احمد حسن مودودی کو بھیجی ہو۔ مرزا ان کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں یہ فقرے جو اپنی تصویر منشی بیان دادخاں سیاح کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے وہ پہنچی ہوگی۔[1]

ان وجوہ سے جن لوگوں کو غالبؔ نے اپنی تصویریں بھیجی تھیں، اس فہرست میں میں سیاح کا نام درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مرزا کے کسی خط میں اگرچہ تصویر بھیجنے کا ذکر نہیں ہے لیکن مرزا کے سارے خطوط موجود کہاں ہیں؟

سیّاح کو تصویر بھیجنے کی تاریخ ۱۰ اگست ۶۸ء کے لگ بھگ سمجھنی چاہیے۔

(۳)

ذیل میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا نے اپنی تصویروں کے سلسلے میں اردو رقعات میں جو کچھ لکھا ہے اسے پیش کیا جائے۔

بنام سیّاح

۵ ستمبر ۱۸۶۶ء کے ایک خط میں انھیں لکھتے ہیں: "صاحب اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں کھپا کھپا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اتارنے والے کو کہاں ڈھونڈھوں، دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجاوے گی تو وہ ورق بھیجدوں گا۔"[2]

پھر ۱۴ نومبر کو لکھتے ہیں "ایک میرے دوست مصوّر خاکسار کا خاکہ اتار کر دربار کا نقشہ اتارنے اکبرآباد کو گئے ہیں وہ آجائیں تو شغل تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"[3]

۱۱ جون کو لکھتے ہیں: "تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب میرے دوست میرے چہرے کی تصویر اتار کر لے گئے۔ اس کو تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشا کھینچنے کو نہیں آئے۔ میں نے گوارا کیا آئینے پر نقشا اتروانا بھی۔ ایک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے۔ میں نے

---

[1] اردوے: ۱۷۷

[2] اردوے: ۱۷

[3] اردوے: ۸۱

(16)

ان سے کہا کہ بھائی میری تشبیہ کھینچ دو، وعدہ کیا تھا۔ کل تو نہیں پرسوں اسباب کھینچنے کا لے کر آؤں گا۔ یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے"[١]

۲۵ اگست ۱۸۶۳ء کو لکھتے ہیں۔ "تصویر کھینچنے والا جو ایک ہندوستانی دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا۔ ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے، مجھ میں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر سے اتروں، پالکی میں بیٹھوں اور اس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں اور تصویر کھنچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں"[٢]

لیکن کئی سال گزرنے کے بعد بھی یہ وعدہ پورا نہیں ہوسکا۔ انھیں کو ۲۵ جنوری ۱۸۶۸ء کو لکھتے ہیں "مصور سے سخت عاجز ہوں۔ وعدہ ہی وعدہ ہے وفا کا نام نہیں"[٣]

یہ مصور صاحب تو نہ آئے اور نہ مرزا میں اب اتنا دم تھا کہ انگریز مصوروں کی دکان میں دو گھنٹہ بیٹھ کر تصویر بنوائیں لیکن مئی ۱۸۶۳ء سے پہلے کسی فوٹو گرافر نے ان کی تصویر اتار لی اور قیاس ہے کہ یہی تصویر انھوں نے اگست ۱۸۶۳ء سے پہلے پہلے سیاح کو روانہ کر دی۔

بنام مجروح

۱۸ دسمبر ۱۸۶۰ء کے خط میں لکھتے ہیں، "میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار"[٤] کچھ انتظار دیکھنے کے بعد بھی جب مجروح کو تصویر نہیں ملی تو انھوں نے تقاضا کیا۔ ۹ جنوری ۱۸۶۱ء کو مرزا نے جواب دیا۔ "میاں تمھاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد افضل کو دی تھی وہ انھوں نے واپس دی اور اس کی نقل کے باب میں کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے، جب وہ تیار ہوجائے گی میں ان کو روپیہ دے کر لے لوں گا خاطر جمع رکھو۔"[٥] ۸ مارچ ۱۸۶۱ء[٦] تک تصویر تیار نہ ہو سکی

١ اردوے : ۲۵

٢ اردوے : ۱۵

٣ اردوے : ۱۸

٤ اردوے : ۱۱۸، خطوط : ۲۶۵

٥ اردوے، ۱۱۷، خطوط ۲۶۵

٦ مہیش پرشاد مرحوم اس خط کو ۱۸۵۹ء کا لکھا ہوا سمجھتے تھے۔ یہ خط میرے خیال میں تین سال بعد یعنی ۱۸۶۱ء کا لکھا ہوا ہے۔

تھی۔ مرزا انھیں لکھتے ہیں: "میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں، جلدی نہ کرو، دیر آید درست آید"[١]

بنام شیو نرائن آرام

معلوم ہوتا ہے شیو نرائن نے مرزا سے ان کی تصویر مانگ بھیجی تھی، ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوگا کہ آپ کو زحمت ہوگی۔ یوسف علی خاں عزیز (جن سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ اور جو ان دنوں دہلی ہی میں مقیم تھے) اس کام کو کرلیں گے۔ اس کے جواب میں مرزا ۲ جولائی ۱۸۶۰ء کو لکھتے ہیں: "تصویر میری لے کر کیا کرو گے، بے چارہ عزیز کیوں کر کھنچوا سکے گا، اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھے لکھو، میں مصور سے کھنچوا کر تم کو بھیج دوں۔ نہ نذر در کار نہ نیاز"[٢]

(۴)

مرزا کو تصویروں سے خاص دلچسپی تھی، اپنی تصویریں بھی دوسروں کو بھیجتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ دوسروں کی تصویریں بھی منگواتے تھے۔ اور ان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔

مرزا نے غلام بابا خاں رئیس سورت سے ان کی تصویر منگوائی ہے۔ تصویر ملنے کے بعد سیاح کو لکھتے ہیں۔

"حال تصویر کا یہ کہ میں نے اپنے سر پر رکھا، آنکھوں سے لگایا، گویا چھوٹے صاحب (غلام بابا خاں) کو دیکھا۔ لیکن اس کا سبب نہ معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی، خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا نے چاہا سن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب ... حضرت کی تصویر میں کہنیوں تک ہاتھ کی تصویر ہے۔ آگے پیچھے اور پنجہ کا پتا نہیں۔ مکالمہ ایک طرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی"[٣] احمد حسن مودودی کو لکھتے ہیں۔ "تصویر مہر منیر پہنچی . . . . اور میں نے رسید لکھ بھیجی"[٤] شیو نرائن کو لکھتے ہیں: "تصویر پہنچی"[٥]

١ اردوے، ۱۱۹، خطوط ۲۳۶

٢ خطوط: ۴۰۵

٣ اردوے: ۱۱

٤ اردوے : ۱۴۴

٥ اردوے : ۲۸۳

(17) اسی طرح حاتم علی مہر کی تصویر ملنے کے بعد جو خط انھوں نے لکھا ہے[1] اس کا شمار ان کے بہترین خطوں میں ہو سکتا ہے۔

ان کے خطوں سے اس زمانے کے مصوّروں کے متعلق بھی کچھ معلومات مل جاتے ہیں۔

شیونرائن نے بہادر شاہ کی تصویر منگوا بھیجی ہے انھیں لکھتے ہیں: "بادشاہ کی تصویر کی صورت یہ ہے کہ اجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدم زاد۔ مگر ہاں ایک دو مصوّروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے۔ وہ رہتے ہیں سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں تصویریں بھی ان کے گھروں میں سے لٹ گئیں جو کچھ رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں۔ ایک مصوّر کے پاس ایک تصویر ہے۔ وہ تیس روپے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہے تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ بیچی ہیں، تم کو دو اشرفی کو دوں گا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کی نقل کاغذ پر اتار دے۔ اس کے بھی بیس روپے مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو، اتنا صرف بے جا کیا ضرورت ہے؛ میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ رکھا ہے۔ اگر کہیں سے ہاتھ آ جائے گی تو لے کر تم کو بھیج دوں گا۔ مصوّروں سے خرید کرنے کا نہ خود مجھ میں مقدور نہ تمہارا نقصان منظور"[2]

یہ اکتوبر سنہ ۵۸ء کی بات ہے کہ انقلاب کو ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ مصوّروں کا دہلی میں فقدان تھا۔ لیکن سنہ ۶۶ء تک اچھے خاصے مصوّر آباد ہو چکے تھے اور بعضوں سے مرزا کی دوستی بھی تھی ان کے رقعات میں کئی مصوّر دوستوں کا ذکر ملتا ہے[3]۔ ہندوستانیوں کے علاوہ انگریز مصوّروں کی دو کانیں دہلی میں سنہ ۱۸۶۷ء میں موجود تھیں[4]۔ وہاں فوٹوگرافر بھی موجود تھے اور مصوّر بھی۔ مصوّر کاغذ پر بھی تصویریں بناتے تھے اور ہاتھی دانت پر بھی[5]۔ اور آئینہ پر بھی نقشا اتروانے کا رواج تھا[6]۔

---

[1] اردوے: ۱۸۹، خطوط: ۳۱۲

[2] اردوئے ۲۶۵ خطوط: ۳۸۲

[3] اردوے: ۸۱، ۱۵، ۱۸

[4] اردوے ۱۵

[5] اردوے: ۲۶۵

[6] اردوے: ۲۵

ہمیں کم از کم ایک مصوّر کا علم ہے جس سے غالب اپنا کام کرایا کرتے تھے۔ محمد افضل ان سے تصویریں بنواتے تھے اور اپنی کتابوں کے سرورق کی تزئین اور قصیدوں کے بیل بوٹے بنانے کا کام بھی لیا کرتے تھے۔ محمد افضل کا ذکر ان کے خطوط میں متعدد بار آیا ہے۔ "میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویریں کھینچیں اور تم انتظار نہ کرو۔ وہ تصویر جو میں نے میاں محمد افضل کو دی تھی وہ انھوں نے واپس کر دی۔ میاں محمد افضل تصویریں کھینچ رہے ہیں، جلدی نہ کرو۔" یوسف مرزا کو لکھتے ہیں: "دو مہینے رات دن خونِ جگر کھایا اور ایک قصیدہ ۶۴ بیت کا لکھا، محمد افضل مصوّر کو دے دیا، وہ پہلی دسمبر کو مجھ کو دے گا۔"[7]

مرزا کی تاریخی تصنیف "مہر نیم روز" جو فتح الملک ولی عہد بہادر کے حسب الحکم فخر المطابع میں شائع ہوئی تھی اس کا سرورق، بیل بوٹے، اور "نقش و نگار" محمد خدا بخش مصوّر نے بنائے تھے۔

محمد افضل مصوّر دہلی کے مشہور مصوّروں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور خود اپنے زمانے کے ممتاز مصوّر تھے۔ غالب کے عزیزوں میں خواجہ امان اور خواجہ قمر الدین خاں انھیں کے تربیت یافتگان میں سے تھے۔

تاریخ تحریر: ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۵۲ء

نظر ثانی: ۱۵ر مئی سنہ ۱۹۵۲ء

---

[7] خطوط: ۱۷۴